اسلام
کا ایک تعزیری قانون

(پیر محمد کرم شاہ الازہری)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

شریعتِ اسلامیہ کے تعزیری قوانین میں سے ایک اہم قانون کا ذکر ہو رہا ہے۔انسان کی جان، مال، ناموس کی حفاظت اسلامی قوانین کا مقصد اولین ہے۔اگر کوئی شخص کسی کی جان کو تلف کرتا ہے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔اگر کسی کے مال پر دست اندازی کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر کوئی شخص کسی کی عزّت کو داغدار کرتا ہے تو اس کو درّوں اور رجم کی سزا دی جائے گی۔اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں ان میں دو باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے،ایک تو یہ ہے کہ مجرم کو اس کے کیے کی سزا دی جائے،دوسری یہ کہ وہ لوگ جن میں جرائم کے ارتکاب کا میلان پایا جاتا ہے،وہ اس خوف ناک سزا سے ڈر کر جرائم کا ارتکاب نہ کریں اور چاہیے بھی ایسا۔اگر کسی سزا میں یہ دو عنصر مفقود ہیں تو اسے سزا کہنا ہی غلط ہے۔گناہ کے ارتکاب سے جو لذت اور فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کے مقابلے میں اگر سزا ہلکی ہوگی،تو لوگ اس سزا کو خاطر میں نہیں لائیں گے،اور حصولِ لذّت کے لیے وہ جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔اور اگر سزا میں دوسروں کے لیے عبرت کا پہلو نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ چاہتے ہی نہیں کہ اس جرم کا سدِّ باب ہو اور کوئی اس کے نزدیک نہ پھٹکے۔آپ صرف ضابطے کی کاروائی پوری کرنا چاہتے ہیں۔آپ کو اس سے سروکار نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔یہ تو ایک بچوں کا کھیل ہوا۔اس کے پیشِ نظر معاشرہ کو گناہوں سے پاک کرنا اور ان کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنا نہ ہوا۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ جس ملک میں اس کا پرچم لہرا رہا ہے وہاں امن ہو،سکون ہو،محبت ہو،پیار ہوتا کہ وہاں کے بسنے والے اپنی صلاحیتوں کو نیکی اور اصلاحی سرگرمیوں میں خرچ کر سکیں۔تعمیری کاموں کے لیے ان کے پاس وقت کی قلت نہ ہو،عداوت،حسد،منافرت کے شعلے ان کے خرمنِ عافیت کو جلا کر خاکستر نہ کرتے رہیں،اس لیے اس نے انسدادِ جرائم کی ادھوری اور غیر مؤثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس پر عمل کرنے سے سوسائٹی ان جرائم سے محفوظ رہ سکتی ہے،سب سے پہلے اس نے اپنے ماننے

والوں کے دلوں میں خداوند ذوالجلال پر ایمان اور روزِ محشر کے محاسبہ کا خوف پیدا کیا اور یہ حقیقت ان کے سامنے واضح کر دی کہ جس خدا کو تم اپنا معبود کہتے ہو، جو تمھارا اور سارے عالم کا خالق و مالک ہے اس نے ان اعمال کو جرم قرار دیا ہے اگر تم ان کا ارتکاب کرو گے اور وہ ہمہ دان اور ہمہ بین بھی ہے تم اس سے اپنا کوئی عمل چھپا نہیں سکتے۔ تصنع اور بناوٹ کے رنگین غلافوں میں لپیٹنے کی کوئی کوشش وہاں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تم اپنے حسنِ نیت یا مجبوری کو کتنے مؤثر پیرایہ میں بیان کرو تم اسے فریب نہیں دے سکتے وہ تمھارے اعمال کے محرکات اور عوامل سے خوب آگاہ ہے اور قیامت کے دن تم اپنے ان اعمال کی جواب دہی کے لیے اس کی بارگاہ میں ضرور پیش کیے جاؤ گے۔

اسلام دینِ فطرت ہے، اس کا نظامِ شریعت ایسا نہیں جو انسان کے فطری تقاضوں سے ہر وقت برسرِ پیکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ان فطری تقاضوں کا خالق ہے اور ان تقاضوں کی تخلیق میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اس لیے اس نے ان کی تکمیل کے تمام جائز، مناسب اور خوب صورت طریقوں کو جائز قرار دیا ہے، فطری تقاضوں کی تکمیل کے جائز طریقوں کے ہوتے ہوئے جو شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ اسے وہ سزا دیتا ہے۔ اور سزا بھی ایسی جس سے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کر کے اس نے اپنے ساتھ سراسر زیادتی کی ہے بلکہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی ایسی عبرت ہوتی ہے کہ وہ اس کے ارتکاب کی جسارت شاذ و نادر ہی کیا کرتے ہیں۔

وہ متعدد اعمال جس کے ارتکاب کو اسلام نے جرم قرار دیا ہے ان میں زنا بھی ہے۔

قرآن کریم نے ایک دوسری آیت میں اس سے ممانعت کی حکمت بڑے بلیغ انداز میں صرف دو لفظوں میں بیان کر دی:

"لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰیٓ اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا."

یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بڑی بے حیائی ہے اور یہ راستہ بہت بُرا ہے، یعنی تمھیں اس فعل بد سے ہم اس لیے نہیں روک رہے کہ تم لطف نہ اٹھاؤ، تمھاری زندگی کا دامن مسرتوں سے خالی رہے بلکہ اس میں سراسر تمھارا ہی فائدہ ہے۔ یہ فعل مجسّم بے حیائی ہے۔ اگر تم اس کا ارتکاب کرو گے تو شرم و حیا کی قوت جو تمھیں ہر بُرے کام سے ہر رذیل حرکت سے ہر خلاف مروت اقدام سے روکتی ہے بلکہ گناہوں اور بدکاریوں کے سیلاب کے سامنے سدِ سکندری بن کر کھڑی ہو جاتی ہے، وہ کمزور پڑ جائے گی، وہ بیمار پڑ جائے گی حتی کہ دم توڑ دے گی اور جب یہ قوت فنا ہو جائے گی تو غیرت وحمیت کا جنازہ نکل جائے گا۔ پھر اگر کوئی یہ فعل شنیع جس کے تصور سے ہی تم کانپ اُٹھتے ہو۔ تمھاری بیوی،

بہن بلکہ بیٹی کے ساتھ بھی کرے گا تو تم اسے کوئی اہمیت نہ دو گے۔ یورپ، امریکہ اور ان سے متاثر ہونیوالے ملکوں میں کیا ہو رہا ہے رقص گاہوں میں لوگ اپنی آنکھوں سے اپنی بہو بیٹیوں کو دوسروں کے آغوش میں دیکھتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے، بلکہ وہ دیوث فخر سے اترا رہے ہوتے ہیں اور داد دے رہے ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کسی مسخ شدہ ذہن والے آدمی کے نزدیک اخلاق عالیہ کی یہ گراں بہا قدریں کوئی اہمیت نہ رکھتی ہوں، وہ محض انھیں قدامت پرستی اور رجعت پسندی کی علامت قرار دیتا ہو، لیکن ساء سبیلا (یعنی بہت بُرا راستہ) فرما کر ایسے کند ذہن کو بھی حقائق کی تلخیوں، حالات کی بے رحمیوں اور واقعات کی سنگینیوں کے روبرو کر کے کھڑا کر دیا۔ یعنی یہ راستہ ہی بہت بُرا راستہ ہے۔ چند لمحوں کی فانی اور جھوٹی مسرت کے لیے انسان اپنی صحت کو کن خطرات سے دوچار کر دیتا ہے۔ آتشک، سوزاک وغیرہ موذی امراض کس کا کرشمہ ہے، یہ تحائف کون دیتا ہے اور کسے دیتا ہے، وہ عورت جو مرد کی شہوت رانی کا شکار ہوتی ہے، اسے اگر حمل ٹھہر گیا تو وہ کہاں سر چھپائے گی۔ حمل گرانے کی صورت میں وہ اپنی جان بھی کھو سکتی ہے۔ ہم نے مانا کہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے ہسپتال اور کلینک موجود ہیں جو اسقاط حمل کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ایسی پناہ گاہیں بھی موجود ہیں جہاں غیر شادی شدہ ماؤں کو پناہ مل جاتی ہے، لیکن کیا سوسائٹی میں انھیں کوئی قابلِ احترام مقام نصیب ہو سکتا ہے۔ ہم نے مانا کہ ان دونوں نے اپنے کیے کی سزا پائی، لیکن وہ بچے جو اس طرح پیدا ہوتے ہیں ان کا کیا قصور ہے؟ اس ہولناک باپ نے بھی ان سے آنکھیں پھیر لیں۔ ماں بھی اسے محتاج خانے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ نہ ان کو ماں کا آغوشِ محبت نصیب ہوا نہ باپ کا ظلِ عاطفت۔ یہ محرومیاں اسے ورثہ میں کیوں ملیں۔ یہ سزا انھیں کس گناہ کی مل رہی ہے، کیا ان بچوں کے اذہان متاثر نہیں ہوئے۔

چند برس ہوئے امریکہ کی ایک خاتون کوریا گئی۔ وہاں اس نے بے شمار ایسے معصوم بچے دیکھے جن کی مائیں تو کوریا کی تھیں، لیکن ان کے باپ امریکہ کے وہ سپاہی تھے۔ جو کوریا جنگ میں اہلِ کوریا کی مدد کے لیے تشریف لائے تھے۔ وہ کوریا والوں کو کمیونسٹوں کی غلامی سے چھڑانے آئے تھے، وہ انھیں جمہوریت کی بالا دستی کا سبق از بر کرانے آئے تھے، وہ سبق تو انھیں از بر ہوا یا نہیں البتہ یہ ضرور ہوا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کورین دوشیزائیں ان کے ڈالروں کی جھنکار سے مسحور ہو کر یا جنگ کی لائی ہوئی محرومیوں اور فاقوں سے مجبور ہو کر اپنی عصمت کی دولت لٹا بیٹھیں اور ان کے مہربان امریکی

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

حلیف انھیں حرامی بچوں کا ایک لشکر جرار دے گئے۔خود تو وہ اپنے وطن واپس چلے گئے اور وہ معصوم بچے اپنے ظالم جفا کار اور طوطا چشم باپوں اور غربت زدہ ماؤں کی مفارقت کے صدمے برداشت کرنے کے لیے کوریا میں رہ گئے اور وہ اب تک وہاں کے گلی کوچوں میں دھکے کھا رہے ہیں ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔امریکہ کی اس خاتون نے جب یہ حال دیکھا تو رحم کی ایک رو نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس نے امریکہ کے اخبارات میں ایک اپیل شائع کی کہ ان بچوں کی سرپرستی کے لیے امریکہ کے دولت مند چندہ دیں۔لاکھوں ڈالر چندہ ہوا۔اخبارات میں امریکہ کی غریب پروری اور انسانیت نوازی کی تشہیر ہوئی اور خوب تشہیر ہوئی،لیکن سوچیے ان لاکھوں بچوں میں سے اگر ہزار دو ہزار بچے کفالت میں لے بھی لیے گئے تو یہ مسئلہ حل ہو گیا؟باقی رہ جانے والے بچوں کے دکھ کا مداوا اور درد کا درماں ہو گیا؟ان کفالت میں لیے جانے والے بچوں کو ماں کا پیار اور باپ کی محبت بھی مل گئی؟وہ محترمہ اس ہنگامہ آرائی کے بجائے اگر اپنے سپوتوں کو شرم و حیا کا درس دیتی اور اس فعل شنیع سے باز آنے کی تلقین کرتی تو کیا یہ اچھا نہ ہوتا۔آگ لگا کر اسے بجھانے کی ناکام کوشش سے کیا یہ بہتر نہیں کہ لگانے کی حماقت نہ کی جائے۔وساء سبیلا کے الفاظ کتنے جامع ہیں۔آپ ان افراد،ان خاندانوں اور قوموں کا جتنی گہری نظر سے تجزیہ کریں گے آپ کے سامنے ہولناک حقائق بے نقاب ہوتے چلے جائیں گے آپ بڑے فراخ دل،مغربیت زدہ اور جدّت پسند ہونے کے باوجود کانپ جائیں گے،لرز جائیں گے۔

دوسری جنگ عظیم میں امریکہ کے سپاہی اپنے دوست ملک برطانیہ کی مدد کے لیے تشریف لائے تھے،وہ چند سال برطانیہ میں ٹھہرے اور جب گئے تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۷۰ ہزار حرامی بچے چھوڑ کر گئے۔اس کے علاوہ جو جنسی لاعلاج بیماریاں انھوں نے ایک دوسرے کو بطور تحفہ دی ہوں گی،ان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ آپ اپنے قانون ساز اداروں کے ذریعے ایک فعل کو جرائم کی فہرست سے نکال سکتے ہیں۔اگر آج تک وہ حرام اور ممنوع رہا ہے،تو آپ ایک بل پاس کر کے اسے جائز قرار دے سکتے ہیں،لیکن کیا کسی قانون ساز ادارہ میں یہ طاقت ہے کہ ان جرائم کو جنھیں اب قانون کی سند مل گئی ہے۔ان کے بُرے نتائج وعواقب سے الگ کر سکے۔مغرب کے بیشتر ممالک میں اگر کوئی غیر شادی شدہ مرد یا عورت اپنی مرضی سے اس فعل شنیع کا ارتکاب کرے تو وہاں ملکی قانون کی رو سے

یہ جرم نہیں، آپ انھیں کوئی سزا نہیں دیں گے، لیکن کیا قدرت کی گرفت سے بھی کوئی انھیں بچا سکتا ہے؟ قدرت کی گرفت کے مختلف انداز ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اوپر ہوا۔ کیا قدرت کا بے لاگ قانون انھیں مختلف شکنجوں میں کس نہیں رہا۔ یورپ کے بعض ملکوں میں حرامی بچوں کی شرح پیدائش ساٹھ فی صد سے بھی متجاوز ہوگئی ہے اور غیر شادی شدہ ماؤں میں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ طلاقوں کی کثرت ہے۔ گھروں میں سکون کی دولت نہیں ملتی۔ میاں بیوی میں اعتماد مفقود ہے۔ میاں بیوی میں وہ سچی محبت جس کے ہم یہاں خوگر ہیں جس کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار کی حیران کن مثالیں قائم کرتے ہیں، اس کا نام ونشان ت وہاں نہیں۔ برداشت اور ایثار کا جذبہ ختم ہو چکا ہے کوئی بات کسی کی مرضی کے خلاف ہوگئی جھٹ طلاق حاصل کر لی۔ خود غور فرمائیے! گھر معاشرہ کی خشتِ اوّل ہے۔ یہ وہ محکم اساس ہے جس پر معاشرے کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے اگر یہ بنیاد ہی کمزور ہوگی تو صحت مند معاشرہ کیسے تعمیر ہوگا۔

اس لئے جب آپ شریعتِ اسلامی کا مطالعہ فرمائیں تو ازراہِ خدا بھڑکے ہوئے جذبات کی رو میں بہتے ہوئے مرعوبیت کے احساس کے زیر اثر ہو کر نہ کیا کریں بلکہ ان تمام چیزوں سے بلند ہو کر کیا کریں، بے شک آپ جذبۂ عقیدت کو بالائے طاق رکھ دیں۔ لیکن حقیقت کا دامن تو کسی کے کہنے یا بہلانے سے نہ چھوڑ دیا کریں۔ اسلام دینِ فطرت ہے، اس کی حقیقت پسندی جب آپ کے سامنے عیاں ہوگی تو اس کا حسن خود ہی آپ کو مسحور کر دے گا۔

اسلام نے جن چیزوں کو بجا لانے کا حکم دیا ہے اس میں ہمارا، ہماری قوم کا بلکہ ساری انسانیت کا بھلا ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس میں ہمارا، ہماری قوم کا اور ساری انسانیت کا نقصان ہے کیونکہ یہ دین ابد تک کیلئے ہے، اس لیے کوئی ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں یا ان پر مرتب ہونیوالے نقصانات ختم ہو جائیں۔

یورپ کے کئی ممالک میں شراب پینا اور جوا کھیلنا قانوناً جائز ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہاں شراب پینے اور جوا کھیلنے سے وہ مضرتیں رو پذیر نہیں ہوتیں جن کے باعث شراب و قمار کو ممنوع کیا گیا تھا، بلکہ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے حکومت کو بہت بڑی آمدنی ہوتی ہے۔ اور اگر ان چیزوں کو ممنوع قرار دیا جائے، تو حکومت اس آمدنی سے محروم ہو جائے گی۔ غور فرمایا آپ نے عقلِ انسانی کی قلابازیوں کا کیا حال ہے۔ جب جرائم اور قبائح کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر ہی الگ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

ہے تو ان کے انسداد کے لیے اسلام کا طریقہ کار اگر دیگر اقوام سے الگ ہو تو اس میں قطعاً کوئی حیرت نہیں۔ مجرم کے ساتھ ایسی مہربانی اور شفقت جو دوسرے بے شمار لوگوں کو جرم کے ارتکاب پر جری کر دے، اس سے وہ سختی بہتر ہے جو مجرم سے وہ ہمت چھین لے کہ وہ دوبارہ اس کا ارتکاب کر سکے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ایسی دہشت اور خوف پیدا کر دے کہ کسی کے دل میں اس جرم کے ارتکاب کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔

زنا کا فعلِ قبیح کیونکہ گوناگوں ایسی ہی لازمی اور متعدی خرابیوں کا سرچشمہ تھا۔ اس لیے اسلام نے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اگرچہ قانونِ اسلام کو معطل ہوئے عرصہ دراز گزر چکا ہے شرم وحیا کی اس چادر کو تار تار کرنے کی بڑی منظم کوششیں بھی شروع ہیں، لیکن اپنے ماننے والوں کے دلوں میں اسلام نے جو نفرت اس سے پیدا کر دی ہے، اس کے باعث اس فعلِ شنیع کا ارتکاب نسبتاً بہت ہی کم ہے۔ چند مسخ شدہ گھروں کے علاوہ سارے ملک میں عصمت وعفت کا مقام بہت ہی بلند ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد اب بدکار عورت اور بدکار مرد کے لیے اسلام نے جو سزا تجویز کی ہے اس کو مختصراً پیش کرتا ہوں، انھیں آپ ابتدائی معلومات کے طور پر ہی قبول فرمائیں، تفصیلات کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کریں یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کو بالتفصیل پیش کیا جا سکے۔

زانی مرد اور زانیہ عورت کو شریعت نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے اور اسی تقسیم کے پیش نظر ان کی سزاؤں میں تفاوت ہے:

(۱) غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت۔

(۲) شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت۔

زمانۂ جاہلیت میں دیگر قباحتوں کے ساتھ ساتھ زنا کا رواج بھی عام تھا اور اس کا ارتکاب بے دھڑک کیا جاتا تھا۔ پیشہ ور عورتیں بڑے ٹھاٹھ سے اپنی دکانیں سجاتی تھیں۔ اونچے اونچے جھنڈے ان کے مکانوں پر لہرایا کرتے تھے۔ انھیں اور ان کے پاس آنیوالوں کو قطعاً حجاب معلوم نہ ہوتا تھا۔

کان فی ذالک الزمان زنی النساء فاش و کان لا ماء العرب وبغایا الوقت رایات و کن مجاهدات بذالک. (قرطبی)

اسلام جو انسان کو رزالت و کمینگی کی ان پستیوں سے نکالنے کے لیے آیا تھا۔ وہ اس کو کیسے گوارا کرتا۔ چنانچہ سورۃ الفرقان جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس میں اہلِ ایمان کی دیگر صفات کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا گیا کہ وہ زنا کا ارتکاب نہیں کرتے۔ ''ولا یزنون'' اور سورۃ الممتحنہ میں جہاں عورتوں کے مشرف باسلام ہونے اور بیعت کرنے کا ذکر ہے، وہاں ان سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا ہے کہ ''ولا یزنین'' کہ وہ آئندہ زنا نہیں کریں گی، یاد رہے کہ سورۃ الممتحنہ بھی مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ یہ روحانی اور اخلاقی تربیت تھی جس کی تلقین ہر اسلام قبول کرنے والے کو پہلے دن ہی کی جاتی اور اس سے یہ وعدہ لیا جاتا جس کی پابندی اس پر ضروری ہوتی۔

اس جرم شنیع کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق جو حکم ہوا وہ سورۂ نساء کی آیت ۱۵ میں مذکور ہے کہ شادی شدہ عورت اگر اس جرم کا ارتکاب کرے تو اس کو گھر میں محبوس کر دو یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا حکم نازل کرے۔

''فَامْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً۔''

اور غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے ابتداء میں یہ سزا تجویز کی گئی کہ انھیں لعنت ملامت کی جائے اور خوب اذیت دی جائے۔

''واللذان یاتیانھامنکم فاذوھما''

کچھ عرصہ اسی طرح ہوتا رہا، پھر پانچ یا چھ ہجری میں جب سورۃ النور نازل ہوئی تو یہ حکم نافذ ہوا کہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ ساری امتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ والسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے ہے۔ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا یہ ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے یعنی اس پر اتنے پتھر برسائے جائیں کہ وہ مر جائے۔ صرف خوارج کا یہ قول ہے کہ سو کوڑوں کی سزا ہر زانی اور زانیہ کے لیے ہے۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی کوئی تخصیص نہیں انھوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ یہاں مطلق زانی کی سزا مقرر کی گئی ہے وہ کہتے ہیں جن روایات سے رجم کی سزا کا ثبوت ملتا ہے، وہ قرآن کریم کی مخصص یا ناسخ نہیں ہوسکتیں۔ قدیم خوارج کے علاوہ اس زمانہ کے جدید خوارج کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی خدمت میں مختصراً اتنی گزارش ہے کہ رجم اخبار احاد سے نہیں، بلکہ احادیث متواتر سے ثابت ہے حضور

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

سرورِ عالمیاں ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی متعدد بار رجم کی سزا دی جن کی تفصیل کتب احادیث میں مذکور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم سب نے اپنے اپنے عہدِ خلافت میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کو رجم کیا۔ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا مفہوم قدیم وجدید خوارج سے حضور سرورِ عالم ﷺ بہرحال بہتر سمجھتے تھے اور حضور ﷺ کے خلفاء راشدین جن کی زندگی کا ہر لمحہ اقامتِ دین میں صرف ہوا، وہ قطعاً کوئی ایسا کام کرنے کے لیے تیار نہ تھے جس سے فرمانِ الٰہی کی خلاف ورزی ہو۔ اس واضح تعامل کے باوجود شادی شدہ کے لئے رجم کا انکار کرنا کھلی زیادتی ہے اور اس کا ارتکاب صرف خارجی ہی کر سکتے ہیں۔

ثبوت زنا:

اس کے دوطریقے ہیں۔

(۱) اقرار

(۲) شہادت

کیونکہ یہ بہت گھناؤنا جرم ہے، اس سے انسان کی عزت وآبرو جو اس کا متاعِ گراں بہا ہے متاثر ہوتی ہے نیز اس کی سزا بھی ازحد سنگین ہے۔ اسلئے اس جرم کو ثابت کرنے کیلئے بڑی احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے۔ جس اقرار سے یہ جرم ثابت ہوتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس فعل کا ارتکاب کرنے والا امام یا نائب کے سامنے چار مرتبہ اور صاف الفاظ میں اقرار کرے کہ اس نے یہ فعلِ شنیع کیا ہے۔ حضور کریم ﷺ کے سامنے جب ماعز بن مالک سلمی نے آکر یہ عرض کی یارسول اللہ! مجھے پاک فرمایئے میں نے زنا کیا ہے، تو حضور ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا:

"ویحک ارجع فاستغفر اللّٰہ وتب الیہ"

(اے جوان واپس چلا جا اور توبہ استغفار کر)

اس نے پھر سامنے آکر یہی کہا۔ حضور ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا۔ تیسری مرتبہ بھی اس نے اقرار کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اسے متنبہ کیا کہ اب اگر چوتھی بار تو نے ایسا ہی کہا تو تجھے رجم کردیا جائے گا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ چوتھی مرتبہ بھی وہی الفاظ کہے۔ اب حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

لعلک قبلت او غمزت او نظرت

(شاید تو نے بوسہ لیا ہو یا نظر بازی کی ہو)

لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ حضورﷺ نے فرمایا:

ابک جنون. قال لا کیا تو مجنوں تو نہیں۔

اس نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا تُو شادی شدہ ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں، یا رسول اللہﷺ۔ آخر میں حضورﷺ نے فرمایا:

اذھبوا به فارجموه (اسے لے جاؤ اور رجم کر دو)

شہادت:

شہادت میں بھی حد درجہ کی احتیاط کی گئی ہے۔ چار ایسے مرد گواہ ہونے چاہئیں جو مسلمان عاقل، بالغ، آزاد اور عادل ہوں، جس کی صداقت اور دیانت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو اور گواہی بھی اس طرح دیں کہ انھوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالتِ مباشرت میں دیکھا ہے۔

كالميل فی المكحلة والرشاء فی البيئر

یعنی جس طرح سرمہ میں سلائی۔ کنوئیں میں رسی

اگر گواہوں کی گواہی میں جگہ، وقت، مزنیہ وغیرہا امور کے متعلق اختلاف پایا جائے، تو گواہی مردود ہوگی اور حد نہ لگائی جائے گی۔

اثبات زنا کے لیے اتنی سختی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کو لوگوں کو سزا دینے کا شوق نہیں تا کہ جہاں کہیں کسی نے انگشت نمائی کر دی وہاں کوڑے برسنے لگے اور لہو بہنے لگا۔ یا ذرا موقع پاتے ہی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ یہ سزا ایک انتہائی اقدام ہے جو صرف ایسے شخص کے خلاف ہی کیا جائے گا جس کے دل میں نہ خدا کا خوف ہے، نہ قیامت کا ڈر ہے نہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا پاس ہے اور نہ اسے سوسائٹی میں رسوا اور ذلیل ہونے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اس نے یہ کام اس طرح کیا کہ چار آدمیوں نے عین حالت مباشرت میں دیکھ لیا۔ نیز شریعت نے یہ بھی ضروری قرار نہیں دیا کہ جو شخص تنہائی میں چھپ کر یہ کام کر بیٹھے وہ ضرور عدالت میں حاضر ہو کر اس کا اعتراف کرے۔ گواہوں پر بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے خلاف ضرور جا کر گواہی

دیں، بلکہ اسے چاہیے کہ خود بھی اپنا پردہ فاش نہ کرے اور گواہوں کے لیے بھی بہتر ہے کہ وہ اس کی پردہ دری نہ کریں۔حدیث پاک میں ہے

من اتی شیئا من ھذا والقاذورات فلیستتر بستر اللہ فان ابدی لنا صفحتہ اقمنا علیہ کتاب اللہ.(احکام القرآن)

یعنی جس کسی سے اس قسم کا گندہ فعل صادر ہوا سے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو فاش نہ کرے اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا ہم اس پر حکمِ الٰہی ضرور جاری کریں گے۔ ہزال بن معین جس نے ماعز کو بارگاہِ رسالت میں اس جرم کا اقرار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا:

لو سترتہ بثوبک کان خیرالک

اگر تو اسے اپنے کپڑے میں ڈھانپ لیتا ،تو تیرے لیے بہتر ہوتا،لیکن اگر یہ چیز حاکم وقت کے سامنے پیش کر دی جائے اور اقرار یا شہادت سے پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر حاکم کو یہ اختیار نہیں کہ وہ حد قائم نہ کرے۔

تعافوا لحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد قد وجب (ابوداؤد،نسائی)

آپس میں حدوں سے درگزر کرتے رہو،لیکن جب وہ حد مجھ تک پہنچ جائے گی،تو پھر نفاذ ضروری ہو جائے گا۔

نیز یہ جرم قابلِ مصالحت نہیں کہ کچھ معاوضہ دے کر قصہ ختم کر دیا جائے ۔ایک لڑکا کسی آدمی کے ہاں کام کرتا تھا۔اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی۔لڑکے کے باپ نے سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کے خاوند کو دے کر راضی کرلیا،لیکن جب مقدمہ بارگاہِ نبوت ﷺ میں پیش ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **اما غنمک وجاریتک فرد علیک**

وہ تیری بکریاں اور تیری لونڈی تجھے واپس کر دی جائیگی اور تیرے لڑکے پر حد لگے گی۔

جس کوڑا کے ساتھ مارا جائے وہ نہ زیادہ سخت ہو نہ زیادہ نرم اور حد جسم کے ایک حصے پر ہی نہ لگائی جائے۔ بلکہ منہ، سر اور شرمگاہ کے علاوہ جسم کے مختلف حصوں پر لگائی جائے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا

☆کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

جائے گا جس نے حد میں کمی کی ہوگی۔اس سے پوچھا جائے گا۔ لم فعلت ذلک، تو نے ایسا کیوں کیا۔وہ کہے گا: رحمۃ لعبادک۔ تیرے بندوں پر رحمت وشفقت کے لئے۔اسے کہا جائے گا: أأنت ارحم بھم منی۔کیا تو مجھ سے زیادہ ان پر رحم کرنے والا ہے۔فیومر بہ الی النار۔اسے دوزخ میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے گا۔پھر ایسے حاکم کو پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا ہوگا،اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:انت احکم بہ منی. فیومر بہ الی النار، کیا تو مجھ سے زیادہ حکم کرنے والا ہے،پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم صادر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ احکامِ خداوندی کی صحیح طور پر تعمیل ہی ہماری فلاح ہے اپنی خود ساختہ مصلحتوں کے پیشِ نظر ان میں کمی یا زیادتی کرنا خطرناک نتائج کا باعث ہوتا ہے۔جہاں بھی حدود کے قیام میں تساہل کیا گیا جرائم میں ہوشربا اضافہ ہوا۔قتل کی وارداتوں میں آئے دن جو زیادتی ہو رہی ہے،اس کی ایک بڑی وجہ یہی فعل مذموم ہے۔جب اس شخص کی دادرسی نہیں ہوئی جس کی عصمت لوٹ لی گئی،تو وہ جوشِ غضب سے مغلوب ہوکر خود انتقام لینے کے لیے بڑھتا ہے اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دیتا ہے اس لیے رافت اور مہربانی یہ نہیں کہ ایک جان بچانے کے لیے بیسیوں جانیں تلف کرنے کا دروازہ کھول دیا جائے۔

کیونکہ اس سزا کا ایک اہم مقصد دوسروں کو عبرت دلانا ہے،اس لیے حکم دیا کہ یہ حد مجمع عام میں قائم کی جائے تاکہ عام لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور مجتنب رہیں۔جب کوئی شخص حد قائم کرنے کے باعث مر جائے تو اس کی نعش کی تذلیل اور توہین نہیں کی جائے گی بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دیا جائے گا،کفن پہنایا جائے گا۔نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا:

اذا مات فی الحد یغسل و یکفن ویصلی وید فن فی مقابر المسلمین۔(تفسیر کبیر)(انتہی)

☆☆☆

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ:امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا